نامہ بڑی خوشی سے قبول کر لیا۔ ہاں تو اصل بات تو رہ ہی گئی تھی۔ میں اپنے نجی خطوں میں اپنے
ہاتھ کی بنائی ہوئی چائے کے بارے میں لکھا کرتا تھا (یاد رہے کہ اس وقت تک غبارِ خاطر عالم
وجود میں نہیں آئی تھی۔ یہ تو آزادی سے پہلے کی بات ہے) ہاں تو اس چائے کا قصہ یہ تھا کہ
میرے کوٹے میں دو چھٹانک شکر روز آنہ ملا کرتی تھی اور میں چائے نہ صرف یہ کہ خود پیتا تھا بلکہ
اور قیدیوں کو بھی پلاتا تھا ــــــ سو اس دو چھٹانک شکر سے میرا کام کہاں چلتا۔ چنانچہ میں
نے گُڑ منگوا لیا تھا۔ گڑ بہت اچھا ملتا تھا۔ جب گڑ کی چائے بنائی تو اس میں عجیب سی ہیک آئی
میں نے یہ خیال تقریباً ترک کر دیا بلکہ یہ سوچا کہ اس سے تو بہتر ہے کہ بغیر شکر کے چائے پی جائے۔

اچانک رات کو لیٹے لیٹے مجھے خیال آیا کہ سائنس میں کہیں پڑھا ہے کہ الکلی سے ایسڈ
مل جائے تو دونوں Neutralise ہو جاتے ہیں۔ سوچا لیمو سے گڑ کی الکلی کو مارنا چاہیے
لیکن پھر مشکل یہ تھی کہ اس میں دودھ نہ ڈالا جا سکتا تھا کیوں کہ لیمو سے دودھ پھٹ جائے گا۔ اچانک
ادرک کا خیال آیا۔ بس پھر لطف آ گیا۔ جیسے جیسے صبح ہوئی، تجربے کی تیاریاں ہوئیں جیل میں میرے
سیل کے پیچھے ادرک کی کیاری تھی۔ میں نے سندر سے ادرک منگوایا۔ سندر ایک بوڑھا قیدی تھا
جو مجھے خدمت کے لئے دے دیا گیا تھا۔ وہ میرے چھوٹے موٹے کام کر دیا کرتا تھا۔ اس نے برسوں
پہلے غصّے میں آ کر اپنی بیوی کو قتل کر دیا تھا۔ کیوں کہ اسے اس پر شک ہی نہیں بلکہ یقین تھا اور اس
کا غصہ برسوں کے بعد بھی کم نہ ہوا تھا۔ بڑھاپے میں بھی جوانوں کا سا غصہ تھا۔ کہا کرتا تھا کہ صاحب
عورت بھروسہ کرنے کی چیز نہیں، ٹانگ کے نیچے دبا کر رکھنا چاہیے۔ کہتا تھا کہ جیل سے نکل کر
اب ہرگز شادی نہ کروں گا اور سب کو شادی نہ کرنے کی رائے دیتا۔ اس سے لوگ بڑا لطف لیتے

ہاں تو سندر میرے سارے کام کرتا اور میرے کھانے میں برابر کا حصہ دار تھا۔ اس کھانے
کی وجہ سے اس کی خدمت میں خلوص بھی شامل ہو گیا تھا۔ وہ بھی اس گڑ کی چائے کے تجربے میں
دلچسپی لے رہا تھا۔ جب پانی اُبلنے کے قریب ہو گیا تو میں نے ادرک کتر کتر کر ڈال دیا اور
اسی کے ساتھ گڑ بھی ڈال دیا۔ جب پانی اُبلنے لگا تو چائے کی پتی کیتلی میں ڈال دی۔ اسی میں
دودھ بھی ملا دیا اور چھان کر پیالی ڈالی۔ اور جب پی تو صاحب اس کا مزا ہی کچھ اور تھا۔
نہ گڑ کی ہیک آتی تھی اور نہ ادرک کی ــــــ دن میں بار بار بنانے کی وجہ سے اندازہ بھی ہو گیا